© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

کل شیءٍ ھالکٌ الا وجھہٗ

آہ! کیوں کر کہئے کہ فلک علم وفضل کا آفتابِ رخشندہ غروب ہوگیا۔ بزم انس وقدس کی شمع فروزاں گل ہوگئی۔ درجِ تقویٰ وطہارت کا لعلِ شب چراغ گم ہوگیا۔ شریعت وطریقت کے اسرار ورموز کا محرم جاتا رہا۔ اخلاق ومکارمِ اسلامی کے ایوان میں خاک اڑنے لگی۔ جو کل تک لاکھوں انسانوں کے لئے طبیب عیسیٰ نفس تھا خود وہ موت کی آغوش میں جا سویا۔ ملت بیضا کا سہارا، فرزندانِ توحید کی امیدوں کا مرجع، پیروانِ دینِ محمدی کی تمناؤں کا مرکز راہیِ ملکِ عدم ہوگیا۔ یعنی حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی نے ۵ر دسمبر کو بمقام دیوبند سہ پہر میں داعیِ اجل کو لبیک کہا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

حضرت مولانا کی وفات ایک فرد ایک شخص اور ایک انسان کی موت نہیں ہے۔ بلکہ ایک خاص دور ایک عہد اور حیات ملی کے صحیفہ کے ایک باب کا اختتام ہے۔ حضرت مولانا گنگوہی اور حضرت شیخ الہند نے اپنے مقدس ہاتھوں سے جو چمن لگایا تھا مولانا اس چمن کی آخری بہار تھے۔ حضرت حاجی امداد اللہ اور مولانا نانوتوی نے شریعت وطریقت علم وعمل اور تقدس وطہارت کی جو بزم سجائی تھی اجل کی باد صرصر اس کے چراغ بجھاتی رہی مگر ساتھ ہی چراغ سے چراغ بھی روشن ہوتے رہے اور بزم کبھی تاریک نہیں ہوئی لیکن اب اس بزم کا آخری چراغ بجھ گیا۔ روشنی کی جگہ ظلمت نے لے لی۔ تاریکی چھاگئی اور بزم کی بساط الٹ گئی۔

اسلام میں اعلیٰ اور مکمل زندگی کا تصور یہ ہے کہ تزکیۂ نفس اور تصفیۂ باطن کے ساتھ فکر ونظر کی بلندی اور جہد وعمل میں پختگی اور ہمہ گیری ہو اور یہ سب کچھ تعلق باللہ کے واسطے سے ہو۔ مولانا اس دور میں اس معیار پر جس طرح پورے اترتے تھے ہند وپاک تو کیا پورے عالم اسلام میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ علم وفضل کا یہ عالم کہ اسرار وغوامض شریعت وطریقت ہر وقت ذہن میں مستحضر۔ کسی سائل نے کوئی مسئلہ پوچھا نہیں کہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

معلومات کا سمندر ابلنے لگا۔ چناں چہ حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوبات کی طرح حضرت مولانا کے مکتوبات بھی جو کئی جلدوں میں چھپ چکے ہیں اور جو سب کے سب بے ساختہ اور قلم برداشتہ لکھے گئے ہیں، علم و فضل اور حکمت ربانی کا گنجینہ ہیں۔ علوم شریعت و تصوف کے علاوہ تاریخ، جغرافیہ اور سیاسیات کا خاص ذوق اور ان کا وسیع مطالعہ رکھتے تھے۔ بین الاقوامی سیاسیات حاضرہ اور علی الخصوص مشرقِ وسطیٰ اور ممالک عربیہ کی سیاسیات پر بڑی گہری اور مبصرانہ نگاہ رکھتے تھے اور اس پر برابر غور و فکر کرتے رہتے تھے، گذشتہ سال کلکتہ میں ناگا قبائل کا تذکرہ آگیا تو مولانا نے ان قبائل کی تاریخ اور ان کی جغرافیائی پوزیشن پر اس قدر عالمانہ اور مبصرانہ تقریر کی کہ سننے والے حیران رہ گئے۔ عربی زبان خالص عربی لب ولہجہ میں بولتے اور گھنٹوں اس میں برجستہ تقریر کر سکتے تھے ترکی زبان سے واقف اور مگدھی زبان سے آشنا تھے۔ اس زبان کے بعض گیت اور اشعار یاد تھے۔ سلوک و معرفت میں یہ حال تھا کہ لاکھوں مسلمانوں نے تجلیۂ باطن کا فیض حاصل کیا۔ اور روحانی مقامات طے کئے۔ مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی نے ایک مرتبہ عالم جذب میں مولوی ظہیر الحسن ایم۔ اے کاندھلوی مرحوم سے خود ان کے مکان پر فرمایا کہ میاں ظہیر! لوگوں نے مولانا حسین احمد کو پہچانا نہیں۔ خدا کی قسم ان کی روحانی طاقت اس قدر بڑھی ہوئی ہے کہ اگر وہ اس طاقت سے کام لے کر انگریزوں کو ہندوستان سے باہر نکالنا چاہیں تو نکال سکتے ہیں۔ لیکن چوں کہ یہ عالم اسباب ہے اس لئے ان کو ایسا کرنے سے منع کر دیا گیا ہے اور اس غرض کے لئے ان کو وہی طریقے اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے جو اس دنیا میں برتے جاتے ہیں۔

جہد و عمل کے میدان میں مولانا کی زندگی سر تا پا ارباب عزیمت کی زندگی تھی۔ مالٹا کی اسارت سے لے کر ملک کی آزادی کے حصول تک یہ زندگی جو ورع و تقدس کی مکمل آئینہ دار تھی ہمیشہ دار و رسن کے خطرات سے کھیلتی رہی۔ مصائب و آلام، اور شدائد و محن کی آنکھوں میں آنکھ ڈال کر اُن کا مذاق اُڑاتی رہی۔ حضرت شاہ ولی اللہ الدہلوی کے مکتب خیال کے ایک فرد فرید ہونے کی حیثیت سے اپنے مرشد حضرت شیخ الہند کے ساتھ مولانا نے حریت و استخلاص وطن کی راہ میں دار و رسن کو اُس وقت لبیک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہا جب کہ ابھی کانگرس کی زبان کامل آزادی کے لفظ سے آشنا بھی نہیں ہوئی تھی۔ اس راہ میں طوفان آئے زلزلے آئے، بجلیاں کوندیں۔ بگولے اُٹھے۔ کوہ آتش فشاں پھٹ پڑے لیکن یہ مردِ حق آگاہ حق پرست اپنے مقام پر کھڑا رہا اور اس کے پائے ثبات و استقلال میں ذرا جنبش نہ ہوئی۔ سیاسیات میں اس درجہ عملی انہماک و توغل کے باوصف، جس کا مقصد وحید بھی دینِ قیم کا احیا اور اعلاءِ کلمۃ اللہ تھا۔ ظواہرِ شریعت میں تقشف اور سخت گیری کا یہ عالم تھا کہ اُس مجلس نکاح میں شرکت نہیں فرماتے تھے جس میں عام رسم و رواج کے مطابق دھوم دھام کا شاندار دعوت، مسرفانہ رسوم اور مہر حضرت فاطمہ سے زیادہ مہر باندھا جاتا ہو۔ اگر حسن ظن کی بنا پر کسی ایسی مجلس میں شریک ہو بھی گئے تو جونہی کوئی ایسی بات علم میں آئی فوراً سخت غیظ و غضب کے ساتھ مجلس سے اٹھ کر چلے آئے۔ نشست و برخاست۔ کھانا پینا۔ وضع قطع ہر چیز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سنن عادیہ تک کا اتباع کرتے اور دوسروں کو اس کی تلقین کرتے تھے۔ دینی اور ملی معاملات کے علاوہ نجی زندگی میں حد درجہ خوش مزاج خندہ جبیں اور شگفتہ طبع تھے۔ مہمان نوازی کی یہ کیفیت تھی کہ دونوں وقت کھانے پر اور ناشتہ پر لوگوں کا ہجوم ہوتا تھا۔ اُن کو کھلا کر قلبی راحت اور سکون محسوس کرتے تھے۔ متواضع اور منکسر المزاج اس درجہ کہ بس عجز و تواضع اور انکسار کا اس سے بڑھ کر تصور ہی نہیں ہو سکتا۔ اس سلسلہ میں مولانا کے بعض واقعات ایسے ہیں کہ قلم کو ان کا ذکر کرتے ہوئے بھی حجاب آتا ہے۔

مولانا جامعیتِ کمالات و اوصاف کے اعتبار سے بے شبہ شیخ العرب والعجم تھے وہ خود تو ۷۰ برس کی عمر میں رفیق اعلیٰ سے جا ملے جس کے لئے کم و بیش پانچ ماہ سے ان کی روح ہر وقت بے چین اور مضطرب تھی لیکن عالم اسلام یتیم ہو گیا۔ مولانا کی وفات ملتِ بیضا کے لئے ایک سخت اور عظیم حادثہ ہے جس کی تلافی کی بہ ظاہر مستقبل قریب میں کوئی امید نہیں۔ "نور اللہ مرقدہ و برد مضجعہ"

© rasailojaraid.com